اسلام کا سونامی مغرب کی پریشانی کا سبب

اشتیاق بیگ

فرانس میں قیام کے دوران ایک صبح ناشتہ کرتے ہوئے ایک یورپی اخبار کی نمایاں خبر نے مجھے چونکا دیا۔ خبر کچھ یوں تھی "مسلمان اگر ہالینڈ میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں آدھے قرآن شریف کو پھاڑنا ہوگا اور اگر آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میں اس وقت تک ان کا تعاقب کرتا، جب تک وہ ملک چھوڑ کر نہ چلے جاتے۔ (نعوذ باللہ)

یہ بیان ہالینڈ کے امیگریشن مخالف اور رکن پارلیمنٹ گیرٹ ورلڈرز نے ہالینڈ کے ایک اخبار ڈی پیریز کو دیا۔ اس نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ یورپ میں اسلام ایک سونامی کے طوفان کی مانند پھیل رہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، جلد ہی آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ اپنے ہی ملک میں اقلیت ہیں اور کسی اسلامی ملک میں رہ رہے ہیں۔ ایک وقت ہوگا کہ مسجدوں کی تعداد چرچوں سے تجاوز کر جائے گی۔ گیرٹ ورلڈرز نے حکومت سے مسلم امیگریشن اور نئی مساجد کی تعمیر پر پابندی لگانے کا مطالبہ بھی کیا۔ ہالینڈ میں اس وقت دس لاکھ سے زائد مسلمان مقیم ہیں۔

گیرٹ ورلڈرز 2004ء سے پولیس کی حفاظت میں زندگی گزار رہا ہے۔ اس وقت سے جب سے اس کے قریبی دوست، فلم ساز وین گوگ کو ایک مراکشی مسلمان نے اس لیے مار ڈالا کہ اس نے ہالینڈ کی ایک ماڈل خاتون کے برہنہ جسم پر قرآنی آیات تحریر کروا کر اسے آرٹ کا ایک شاہکار قرار دیا تھا۔ (نعوذ باللہ) اور اس کی فلم بندی بھی کی تھی۔ (میں اپنے کالم "اسلام دشمنوں کو ایوارڈ کا سلسلہ" میں اس واقعے کا ذکر کر چکا ہوں)۔

فرانس سے واپسی پر پورے سفر کے دوران میرے ذہن میں کئی سوالات نے جنم لیا۔ اسلام کے خلاف مغرب کے بعض ذمہ دار حلقوں سے اس طرح کے جارحانہ اور توہین آمیز بیانات کیوں سامنے آ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت، مسلمانوں کے ساتھ مغربی ممالک میں امتیازی سلوک، گرفتاریاں، چھاپے، اسکارف پر پابندی، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور خاکوں کی اشاعت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی جیسے واقعات کیوں رونما ہو رہے ہیں۔ اس کے پس پشت کیا مقاصد ہیں؟ بہت غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ واقعات یورپ اور امریکا میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور ان ممالک میں تیزی سے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافے سے خوفزدہ ہونے اور بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ میں نے پوری دنیا بالخصوص یورپ اور امریکا میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے متعلق مطالعہ کرنا شروع کیا۔ جوں جوں میری تحقیق آگے بڑھتی گئی مجھ پر بہت سے انکشافات ہوتے گئے۔

9/11 کے بعد امریکی صدر بش نے یہ الفاظ کہے تھے کہ "9/11 کا حملہ دنیا کی تاریخ کو بدل دے گا۔" یہ جملہ ایک لحاظ سے سچ ثابت ہو رہا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق یورپ اور امریکا میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ 11 ستمبر کے بعد لوگوں کو یہ تجسس ہوا کہ یہ کیسا مذہب ہے کہ جس کے نام لیوا اس پر پروانہ وار جانیں نچھاور کرنے سے گریز نہیں کرتے؟ یہی تجسس انہیں قرآن کے مطالعے کی طرف لے گیا اور انہیں اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا۔ انہیں یہ علم ہوا کہ اسلام ایک جامع مذہب ہے، انہیں قرآن کے مطالعے سے قلبی سکون بھی حاصل ہوا۔ انہیں یہ احساس ہوا کہ اسلام کے متعلق ان کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی تھیں، اسلام ویسا مذہب نہیں، جیسا مغربی میڈیا اسے پیش کرتا ہے۔ قرآن اور اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دنیا میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

کاؤنسل آف امریکن اسلامک ریلیشن (CAIR) کے مطابق امریکا میں ہر سال بیس ہزار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جرمنی میں اوسطاً ہر ہفتے بیس افراد اسلام قبول کر رہے ہیں۔ فلپائن میں ہر سال چھ ہزار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں اسرائیل جیسے ملک میں گزشتہ سال 70 یہودیوں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے والوں کی فہرست میں زندگی کے مختلف شعبوں کے کامیاب، اہم اور نمایاں افراد کے نام شامل ہیں۔ گبون کے سابق صدر، مائیکل جیکسن کے بھائی جرمن جیکسن، امریکی رکن پارلیمنٹ کیتھ ایلس، جارجیا کے میئر جیک ایلس، سابق عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن مائیک ٹائسن، سابق جرمن سفیر ڈاکٹر مراد ہوفمین، بی بی سی کے ڈائریکٹر کے بیٹے یحییٰ برٹ، آسٹریا کی سائنس دان خاتون امینہ اور برطانیہ کے سابق وزیر اعظم کی پوتی اور پاکستان کرکٹ ٹیم کے مایہ ناز کھلاڑی محمد یوسف جیسے نمایاں نام شامل ہیں۔ یہ لوگ مغرب کی بے راہ روی سے مایوس اور اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق 2020ء تک اسلام برطانیہ کا نمایاں مذہب ہوگا اور مساجد کی تعداد چرچوں سے زیادہ ہو جائے گی۔ برطانیہ میں چار مسلمان اراکین پارلیمنٹ ہیں اور ہر الیکشن میں ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک برطانوی ادارے کی تحقیق کے مطابق چرچ میں لوگوں کی حاضری میں کمی واقع ہو رہی ہے، جب کہ مساجد میں عبادت کرنے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔ کل برطانوی آبادی کا صرف 6.3 فی صد ہفتہ وار چرچ عبادت میں شریک ہوتا ہے، جب کہ بالخصوص مسلم نوجوان زیادہ تعداد میں مساجد کا رخ کر رہے ہیں۔ آئندہ 20 سالوں میں مساجد کے اندر لوگوں کی تعداد چرچ جانے والوں کی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہو جائے گی۔

جرمنی کے ایک تھنک ٹینک کی تحقیق ہے کہ 2046ء میں جرمنی کی آبادی کی اکثریت مسلمان ہوگی۔ امریکا میں حال ہی میں ایک مسلمان کانگریس کا رکن منتخب ہوا ہے اور اس نے قرآن پر اپنے عہدے کا حلف اٹھایا ہے۔ اسرائیل جیسے ملک میں بھی ایک مسلمان رکن پارلیمنٹ منتخب ہوا ہے۔ ڈیڑھ ماہ قبل ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ بابری مسجد کی شہادت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے دو انتہا پسند ہندو نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ نوجوان جن کے نام دھرمیندر اور ببر تھے ان کے اسلامی نام عمر اور عمار رکھے گئے اور وہ تبلیغ کے لیے بیرون ملک روانہ ہو گئے۔ ان نوجوانوں کا کہنا تھا کہ جب سے انہوں نے بابری مسجد شہید کی تھی، انہیں راتوں کو سکون سے نیند نہیں آئی اور جس دن سے انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا، اسی دن سے انہیں پرسکون نیند آنے لگی۔ ممتاز بھارتی موسیقار اے آر رحمن بھی ان لوگوں میں شامل ہیں، جنہیں اسلام کے دامن میں سکون ملا۔

یورپ میں انتہا پسندوں کی بوکھلاہٹ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یورپ کی خواتین میں شادی نہ کرنے اور بچوں کی ذمہ داری سے فرار کے سبب وہاں کئی ممالک میں آبادی کا تناسب تیزی سے گھٹ رہا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ 2050ء تک یورپ کے متعدد ممالک میں 60 سال سے زیادہ عمر کے افراد کل آبادی کے 75% سے تجاوز کر جائیں گے۔ بچوں اور نوجوان نسل کا تناسب کم ہو جائے گا، جب کہ یورپ کے کئی بڑے شہروں میں مسلمانوں کی آبادی 10 سے 15 فیصد تک ہو جائے گی، ان میں نوجوانوں کی اکثریت ہوگی۔ آبادی کا متحرک حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہوتا ہے، جسے قدرت کے فطری عمل کی بدولت بوڑھی نسل کے بعد مستقبل کی ذمہ داریاں سنبھالنا ہوتی ہیں۔ اس صورتحال کے سبب یورپ میں مسلمانوں کو اہم پوزیشن حاصل ہو جائے گی اور یورپی حکومت مسلمانوں کو نظر انداز نہ کر سکے گی۔ اسلام کی اس پیش رفت سے مغرب اور امریکا کے انتہا پسند حلقوں میں بوکھلاہٹ پیدا ہوگئی ہے۔ وہ ہر قیمت پر اسلام اور مسلمانوں کی اس پیش قدمی کو روکنا چاہتے ہیں، اس لیے وہ معاندانہ کارروائیاں کر رہے ہیں، امتیازی قوانین بنائے جا رہے ہیں اور ہر وہ اقدام کیا جا رہا ہے، جو اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے میں معاون ثابت ہو سکے۔ ڈنمارک میں، جہاں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اہانت آمیز خاکے شائع ہوئے تھے، وہاں آج قرآن کریم سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب ہے اور لوگ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مجھے افسوس کے ساتھ یہ تحریر کرنا پڑ رہا ہے کہ 57 اسلامی ممالک میں سے صرف سعودی حکومت نے اس گستاخی کا سنگین نوٹس لیتے ہوئے ہالینڈ کے سفیر کو طلب کر کے شدید احتجاج کیا۔ سعودی حکومت نے ہالینڈ کی حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس معاملے میں فوری مداخلت کرے اور پوری مسلم امہ کی دل آزاری اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے پر مذکورہ سیاست دان معافی مانگے اور آئندہ اس طرح کے واقعات سے گریز کے لیے، ہالینڈ کی حکومت اقدامات کرے۔ افسوس کا مقام ہے کہ 57 اسلامی ممالک میں سے سعودی عرب کی حکومت کے علاوہ کسی نے بھی اس سنگین واقعے کا نوٹس نہیں لیا اور پاکستان جو اسلام کا قلعہ ہے، یہاں کی حکومت بھی اس معاملے میں خاموش رہی، حالاں کہ میرے نزدیک یہ واقعہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے بھی زیادہ سنگین، اذیت ناک اور مسلمانوں کے لیے شدید دل آزاری کا باعث ہے۔

میں نے جب کالم نگاری کا آغاز کیا تو اس وقت میرے ذہن میں تھا کہ میں چوں کہ دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کرتا ہوں، اس لیے بین الاقوامی حالات وواقعات اور اپنے مشاہدات قارئین تک پہنچاؤں گا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میرے کالم لکھنے کے آغاز سے اب تک اسلام، مسلمانوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے کے ایسے واقعات میرے سامنے آئے ہیں، جنہیں کوئی بھی مسلمان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ لہٰذا واقعات کو اپنے قارئین تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

ہم مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق اور یک جہتی کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور اس طرح کے منفی پروپیگنڈوں کا موثر مقابلہ کرنا ہوگا۔ مسلمان ممالک کو او آئی سی (OIC) کے پلیٹ فارم سے مشترکہ اور موثر کوشش کرنی چاہیے کہ ایسے قوانین بنائے جائیں جن کے تحت کسی مذہب اور پیغمبر کی توہین کرنا بین الاقوامی جرم ہو، تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور ایسے واقعات اشتعال انگیزی اور تہذیبوں کے مابین نفرت کا باعث نہ بنیں (بہ شکریہ روزنامہ جنگ کراچی) ☆......☆